کرشن چندر اور کشمیر

ڈاکٹر اصغر اقبال
ایسوسی ایٹ پروفیسر کشمیریات
پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور

ڈاکٹر نصرت نثار
اسسٹنٹ پروفیسر کشمیریات
پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور

KRISHAN CHANDAR AND KASHMIR

Asghar Iqbal, PhD
Associate Professor of Kashmir Studies
University of the Punjab, Lahore

Nusrat Nisar, PhD
Assistant Professor of Kashmir Studies
University of the Punjab, Lahore

Abstract

Krishan Chandar (1914-1977) was an Urdu and Hindi writer of short stories and novels. He was a prolific writer, penning over 20 novels. 30 collections of short stories and scores of radio plays . His literary masterpieces on the Bengal famine are some of the finest specimens of modern Urdu literature. He continued relentlessly to critique the abuse of power, poverty and the suffering of the wretched of earth. He was pure humanist. In this article his short stories regarding Kashmir have been analyed.

Keywords:

کرشن چندر، اشرف قریشی، کشمیر، پنجاب، جرمنی، اردو، ادب

کرشن چندر کے والد کا نام گوری شنکر تھا۔ گوری شنکر ذات کے کھتری تھے اور اپنا پورا نام گوری شنکر چوپڑا لکھتے تھے۔ ان کا آبائی شہر وزیر آباد ہے جو صوبہ پنجاب کے ضلع گجرانوالا کی تحصیل ہے۔ کرشن چندر کے تین بھائی اور ایک بہن تھی۔ کرشن چندر کی والدہ کا نام پرمیشوری دیوی تھا۔

کرشن چندر کے والد پیشے کے اعتبار سے ڈاکٹر تھے۔ انھوں نے اپنی معاشی زندگی کا آغاز ریاست 'بھرت پور' میں میڈیکل آفیسر کے طور پر کیا لیکن وہاں کے انگریز ریذیڈنٹ سے اختلافات کی بنیاد پر انھیں ملازمت سے نکال دیا گیا۔ کرشن چندر کی جائے پیدائش بھرت پور ہے۔ ملازمت سے فارغ ہونے کے بعد بڑی تگ ودو کے بعد انھیں ریاست پونچھ کے دور افتادہ پہاڑی علاقے میں ایک مرتبہ پھر ملازمت مل گئی۔ جب کرشن چندر کے والد کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ میری نوکری اب محفوظ ہے اور مجھے یہاں نوکری سے فارغ نہیں کیا جائے گا تو انھوں نے اپنے بیوی بچوں کو بھی پونچھ بلا لیا۔ کرشن چندر کی والدہ نے دونوں بچوں یعنی کرشن چندر اور مہندر ناتھ کو ساتھ لیکر پونچھ کے لیے رخت سفر باندھا۔ اس سفر کی روداد کرشن چندر نے اپنے مشہور ناولٹ 'مٹی کے صنم' میں بڑی ہی خوبصورتی سے رقم کی ہے۔ کرشن چندر اپنے اس سفر کی روداد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''کتنی دور سے ہم آئے تھے۔ لاہور کی گلیاں چھوڑ کر، وزیر آباد کا آبائی گھر چھوڑ کر...ٹرین سے لالہ موسیٰ گئے تھے۔ راولپنڈی پہنچے تھے۔ کوہ مری بس میں گئے تھے۔ کوہالہ پہنچے۔ میری ماں اکیلی تھی۔ وہ بڑی بہادر عورت ہے۔
>
> اپنے دو چھوٹے چھوٹے بچوں کو لے کر اکیلی ہی نکل پڑی تھی اور سینکڑوں میل کا دور دراز کا سفر طے کر کے وہ اس وقت حاجی پیر کے درّے پر کھڑی تھی...اب یہ علاقہ ہمارا گھر ہوگا....ہمارا نیا وطن۔''(۱)

کرشن چندر کی والدہ پرمیشوری دیوی بڑی خوددار، سمجھدار اور زبردست عورت تھیں۔ گھر کا کام کاج بڑی سمجھداری اور ہوشیاری سے کرتی تھیں۔ گھر کے تمام معاملات میں وہ بڑی گہری نظر رکھتی تھیں۔ وہ اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت کا خاص خیال رکھتی تھیں۔ کرشن چندر کو وہ وکیل بنانا چاہتی تھیں۔ مذہبی لحاظ سے کرشن چندر کی والدہ کٹر ہندو تھی۔ وہ ہندوؤں کے رسم ورواج پر بڑی پابندی سے عمل کرتی تھیں۔ وہ پابندی سے وقت پر مندر جاتی تھیں۔ اس کے برعکس کرشن چندر کے والد آریہ سماجی تھے۔ وہ نہ تو مورتی پوجا کے قائل تھے اور نہ اوہام پرستی اور لایعنی رسوم کے پابند۔ مذہبی معاملات پر میاں بیوی میں اکثر لڑائی ہوتی رہتی تھی جس کی مثال درج ذیل ہے:

''آج پونم کی صبح ہے۔ آج کے روز کرشن چندر کی درازیٔ عمر اور صحت مندی کے لیے پوجا پاٹھ کرانا کرشن چندر کی والدہ کا معمول تھا۔ وہ اپنی کوٹھی کے برآمدے کے فرش کو صاف کر کے چمکاتی ہیں۔

کرشن چندرکونہلاتی دھلاتی ہیں۔انھیں ایک کوری سفید دھوتی پہننے کو دیتی ہیں۔ان کے گلے میں جنیو ڈالتی ہیں اورانھیں ایک چھوٹے سے غالیچے پر بٹھا کر پانچ سو بار گا تیتری منتر کا جاپ کرنے کو کہتی ہیں۔اتنے میں مشر (برہمن پجاری) آتا ہے رسم کے مطابق 'ست ناجا'

(سات اناجوں کا آمیزہ) تیار کیا جاتا ہے۔اوراسے ایک بڑے لکڑیاں تولنے والے کانٹے میں کرشن چندر کے ہموزن تولا جاتا ہے۔ساتھ ہی ساتھ مشر جی کوئی جاپ کیے جاتے ہیں۔منتر پڑھے جاتے ہیں، جو کرشن چندر کی فہم سے بالاتر ہیں۔کرشن چندر کی والدہ مشر جی کو تلے ہوئے ست ناجے کے علاوہ ایک کوری دھوتی اور دو روپے بطور دکشنا دیتی ہیں۔اور مشر جی کرشن چندر اوران کی والدہ کو بار بار آشیرواد دیتے ہوئے سب چیزیں سمیٹ کر چل دیتے ہیں...قابلِ غور ہے کہ کرشن چندر کے والد اس تقریب میں شامل نہیں ہوئے۔اس لیے کہ وہ ان رسوم کو بے معنی اور بے مقصد سمجھتے ہیں۔مشر جی کے چلے جانے کے بعد وہ اپنے کمرے سے نکل آتے ہیں اوراپنی بیوی سے پوچھتے ہیں:''مشر جی کا فراڈ پورا ہو گیا...''ہاں ہو گیا'' میری ماں تنک کر بولیں۔''اب اس کے بعد کیا گوردوارے جاؤ گی؟'''ہاں! ہاں!! جاؤں گی ضرور جاؤں گی تمھیں تو ہر وقت مذاق ہی سوجھتا ہے۔کیوں نہ ہو آریہ سماجی جو ٹھہرے۔تمہارا تو کوئی دھرم ہی نہیں ہے۔''(۲)

کرشن چندر اردو ادب کا وہ درخشاں ستارہ ہے جس کے افسانے اور ناول صرف ہندوستان اور پاکستان تک ہی محدود نہیں ہیں بلکہ بنگلہ دیش، ریاست جموں کشمیر کے علاوہ روس، مشرقی جرمنی اور دیگر ممالک میں بھی مشہور و مقبول ہیں۔ان کے افسانوں، ناولوں اوران کی شخصیت پر مختلف تحقیقی اور تنقیدی مقالے لکھے جا چکے ہیں۔

ایک روسی خاتون ایس-ویم کے بقول روس میں کرشن چندر کے افسانے انتہائی مقبول ہیں۔اس کے مطابق کرشن چندر کے اکیس افسانوی مجموعوں کا روس کی دس زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ان مجموعوں کی اشاعت کی تعداد آٹھ لاکھ پینسٹھ ہزار بتائی گئی ہے جو اردو زبان میں ہونے والی اشاعت سے زیادہ ہے۔

روسی زبانوں میں کرشن چندر کے افسانوں اور ناولوں پر بہت سے مضامین اور تبصرے شائع ہو چکے ہیں۔ان کے ایک ناول 'باون پتے' پر تحقیقی مقالہ لکھا جا چکا ہے۔روس کی یونیورسٹی کی ایک لیکچرار انور کا یوموا کرشن چندر کے ناولٹس اور ناولوں پر تحقیق کر رہی ہیں۔ایک کتاب جس کا عنوان 'انڈین لٹریچر' ہے میں بھی 'باون پتے' پر تبصرہ شامل ہے۔اس کے علاوہ مشرقی جرمنی میں کرشن چندر کی تصانیف پر ایک تحقیقی مقالہ ہلمٹ نسپٹل نے لکھا ہے۔یہ مقالہ ایک سو پانچ صفحات پر مشتمل ہے۔اس میں تفصیل سے کرشن چندر کے فن کے ارتقا اور سیاسی واقتصادی نظریات کا جائزہ لیا گیا ہے۔(۳) کرشن چندر پر استاذی پروفیسر ڈاکٹر اشرف قریشی (مرحوم) نے 'کشمیر اور کرشن چندر' کے عنوان سے پی ایچ ڈی کا مقالہ تحریر کیا تھا جس پر پنجاب یونیورسٹی نے انھیں پی ایچ-ڈی کی ڈگری سے نوازا تھا۔

کرشن چندر نے افسانہ نگاری کا آغاز ۱۹۳۵ء میں کیا۔ان کے افسانوں کی تعداد ڈھائی سو ہے جو عالمی افسانہ نگاروں کے مقابلے میں تو بہت زیادہ نہیں لیکن اردو کے افسانہ نگاروں کے مقابلے میں یقیناً زیادہ ہے۔

کرشن چندر کے افسانوں کا فن اور تکنیک منفرد ہے وہ نہ تو مقلد ہے اور نہ ہی مترجم، جیسا کہ اردو کے بعض افسانہ نگاروں کا طریقہ رہا ہے یعنی مغربی افسانوں کے کرداروں کے، ہندوستانی نام تجویز کیے اور مناظر میں مقامی رنگ بھرا اور مختصر سی تبدیلی سے افسانہ لکھ دیا۔ اس طرح کے سستے آرٹ کا کرشن چندر قائل نہیں۔

کرشن چندر نے بہت حد تک رومانیت، حقیقت پسندی، انقلاب، فسادات کے موضوعات کا انتخاب کیا۔ کرشن چندر کے پہلے افسانے کا موضوع 'یرقان' ہے جسے انھوں نے ۱۹۳۵ء میں کشمیر میں قیام کے دوران لکھا تھا۔ اس زمانے میں وہ یرقان کے مرض میں مبتلا تھے انھوں نے اپنے افسانے کا نام ہی 'یرقان' رکھ دیا۔ ڈاکٹر احمد حسن لکھتے ہیں:

> ''کرشن چندر نے تکنیک کے اعتبار سے خاصے تجربے کیے ہیں۔ ان کے جمالیاتی تجربے بے حد کامیاب ہیں اور اردو کے افسانوی ادب میں چار چاند لگاتے ہیں۔ کرشن چندر زندگی کی قدروں کو واضح صورت میں دیکھتے ہیں اور دیکھنے کے متمنی ہیں۔ اردو افسانوں میں ہیئت کے اعتبار سے اب تک جتنے تجربے کیے گئے ہیں ان میں کرشن چندر کا مقام بہت بلند ہے۔'' (۴)

کرشن چندر نے بغیر پلاٹ کے کئی افسانے تحریر کیے اور انھوں نے عوام میں بے حد پذیرائی حاصل کی۔ وہ اگر پلاٹ کی قید میں رہ کر افسانے تخلیق کرتے تو انھیں شاید اتنی کامیابی نہ نصیب ہوتی۔ شائد یہ بھی ایک سبب ہے جس کی بنا پر آج ان کے افسانوں کو شہرت اور کامیابی نصیب ہوئی ہے۔

کرشن چندر کے افسانوں کی پذیرائی میں کرداروں کا بھی بڑا عمل دخل ہے اس نے اعلیٰ سوسائٹی سے لے کر فقیر اور بھنگی تک کے کرداروں کی مدد سے اپنے افسانوں کے خاکے تیار کیے۔ کرشن چندر کے کئی کردار اردو ادب کی افسانوی دنیا میں لازوال ہیں۔

کرشن چندر کے افسانوں میں منظر نگاری کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ انھوں نے اپنی زندگی کا ایک اہم حصہ کشمیر کی سرزمین میں گزارا۔ انھوں نے بچپن، لڑکپن اور جوانی کی کئی بہاریں اسی جنت نظیر میں دیکھیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ فطری خوبصورتی کے بہت دلدادہ ہیں۔ فطرت نے کشمیر کو بے پناہ حسن سے مالا مال کیا ہے۔ کشمیر کی جھیلوں، آبشاروں، کوہساروں، زعفران کے کھیتوں اور شفق کی سرخی نے کرشن چندر کو اپنی طرف مائل کیا اور وہ ان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ انھوں نے اپنے اکثر افسانوں میں کشمیر کی منظر کشی کی۔ کشمیر سے متعلق ان کی منظر نگاری اردو ادب کی جان ہے۔ (۵)

کشمیر کے مناظر اور فطری حسن کے حوالے سے کرشن چندر خود لکھتے ہیں:

''میرا بچپن چونکہ کشمیر میں گزرا ہے اور زیادہ تر فطرت کی آغوش میں گزرا ہے اس لیے زندگی کی سب سے بڑی شخصیت جس نے مجھے متاثر کیا ہے وہ فطرت ہے۔ سردیوں میں برف کے گرنے سے بہاروں

میں پھولوں کے کھلنے تک میں نے فطرت کی گونا گوں کیفیتوں کا قریب سے مطالعہ کیا ہے۔اس کی وحشت اور سرکشی میں بھی میں نے ایک قسم کا نظم ایک قسم کی جمالیاتی شان دیکھی ہے جو میں نے اور کہیں نہیں دیکھی جو میں نے اور کہیں نہیں پائی۔ میں سب سے زیادہ خوشی فطرت کے ساتھ رہنے میں محسوس کرتا ہوں۔شہروں سے مانوس ہونے پر بھی شہروں میں نامانوس ہوں اور بالعموم شہر سے باہر رہنے کی کوئی جگہ تلاش کر لیتا ہوں۔ جہاں کھیت، درخت، پہاڑ اور سمندر میرے سامنے رہیں۔میری زندگی کے علاوہ میرے ادب میں جو احساسِ جمال ملتا ہے اس کا منبع بھی فطرت ہے۔ واقفیت اور حقیقت نگاری کا پہلا درس بھی مجھے، ایک طرح سے فطرت ہی نے دیا۔کشمیر کی خوبصورت وادیوں اور مرغزاروں میں رہنے والوں کی ہستی و ستی، مجبوری، بے چارگی اور غربت کا تضاد اس قدر واضح اور شدید تھا کہ میں سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ ایسا کیوں ہے؟ اس کے اسباب وعلل پر غور کرنے کا سلسلہ جو چلا تو پھر بہت دور تک پہنچا اور ابھی آگے کہاں جائے گا، یہ میں آج نہیں کہہ سکتا۔لیکن اتنا ضرور وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ میری زندگی میں 'گورکی' بہت بعد میں آیا۔ پہلے تو فطرت ہی آئی! اور پہلے تو صرف اس کے حسن سطحی نے متاثر کیا بعد میں جب غور کرنے کی عادت جڑ پکڑنے لگی تو میں نے دیکھا کہ فطرت کے حسن کے اندر بھی، پنکھڑیوں کی شوخی رنگینی، بلبل کے نغمہ سرائی اور جھرنوں کی چھنک کے اندر بھی ایک مربوط منظّم مقصد کارفرما ہے۔اس سے پہلی بار مجھے یہ خیال آیا کہ فطرت بے مقصد نہیں ہے تو انسان بھی بے مقصد نہیں ہوسکتا۔اس کی زندگی، اس کا سماج، اس کا ادب بھی بے مقصد نہیں ہوسکتا۔ظاہر ہے فطرت میں تخلیق ہے تو تخریب بھی ہے۔ وحشت ہے تو سکون بھی ہے۔جہدِ مسلسل کے ساتھ مفاہمت بھی رواں دواں ہے لیکن ان تمام فطری عناصر کو نظامِ فطرت نے ایک ایسے توازن سے باندھا ہے۔ جسے دراصل خوبصورتی سے تعبیر کرنا چاہیے۔اسی توازن کو میں حسن کہتا ہوں اور جب انسانی سماج میں حسن لانے کو کہتا ہوں تو میرے ذہن میں سطحی حسن کے بعد جو حسن کی دوسری تصویر آتی ہے وہ اس فطری توازن کے حسن کی ہے۔ جسے میں انسانی زندگی میں جاری وساری دیکھنا چاہتا ہوں۔ گویا میری زندگی کے سوچنے سمجھنے اور میرے ادراک اور فلسفے کے پہلے اصول، فطرت نے مرتب کیے ہیں۔''(۲)

کرشن چندر واحد افسانہ نگار ہیں جو اپنے مخصوص اندازِ تحریر کی وجہ سے شہرت کی بلندیوں پر پہنچے۔ زبان و بیان کے معاملے میں اردو ادب کو کرشن چندر جیسے عظیم ادیب پر ناز ہے۔ کرشن چندر اپنے افسانوں میں جو زبان استعمال کرتے ہیں وہ بڑی صاف، شستہ، دلکش اور موثر ہے۔ان کی تحریر میں بے ساختگی اور شاعرانہ لطافت بھی موجود ہے۔ان کا اسلوب بہت ہی سادہ، لطیف اور پاکیزہ ہے۔ کشمیر کے حوالے سے کرشن چندر کے لکھے گئے افسانوں کے بارے میں شکیب نیازی یوں رقم طراز ہیں:

''چونکہ کشمیر کی زندگی ان کی دیکھی بھالی تھی کشمیر کا حسن اور اس کی آغوش میں پنپنے والی بھوک

اور بے روزگاری اور ان کے آنکھوں دیکھے واقعات تھے اس لیے انھوں نے کشمیر کے دل افروز حسن کے ساتھ ساتھ اس کے سماج کی بدصورتی بھی پیش کی۔ انھوں نے کشمیر کے اس طبقے کی حمایت کی جو صدیوں سے بھوک، بے روزگاری، ظلم، جبر اور استحصال کا شکار ہوتا آیا ہے۔ ترقی پسند تحریک سے وابستہ ہو کر ان کے قلم میں تلوار کی سی تیزی آ گئی اور انھوں نے جاگیردارانہ ذہنیت پر پے در پے حملے کیے۔''(۷)

کرشن چندر نے اپنے افسانوں میں جہاں کشمیر کی وادیوں، جھیلوں اور ندی نالوں کی خوبصورتی کا ذکر کیا تو وہیں کشمیر کی تاریخ و ثقافت کے علاوہ کشمیر میں ہونے والے ظلم، جبر، استحصال، غلامی اور غربت کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

''جی چاہتا ہے ...سیکورٹی کونسل کی ایک میٹنگ حاجی پیر پر بھی بلائی جائے۔ میں اس کے استقبال کے لیے سرور خان کا پھٹا ہوا کوٹ، جس میں جا بجا غریبی کی گولیوں نے سوراخ کر دیے ہیں۔ مزار کے پیڑ پر UNO کے جھنڈے کی طرح ٹانگ دوں گا اور پوچھوں گا' کہ کس طرح تم حاجی پیر پر اپنا حق جتاتے ہو؟'۔''(۸)

کرشن چندر کا کشمیر کی سرزمین سے جذباتی تعلق کا اندازہ اوراق گذشتہ سے لگایا جا سکتا ہے اور یہی جذباتی وابستگی اس افسانوں کی تحریر کا محرک بنی۔ کرشن چندر کے یہ افسانے کشمیر کی حقیقی تصویر پیش کرتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) چندر کرشن، مٹی کے صنم، مکتبہ شعر و ادب، سمن آباد، لاہور، ص ۱۲

(۲) ودھاون جگدیش چندر، کرشن چندر شخصیت و فن، نگارشات، ٹمپل روڈ، لاہور، ص ۲۴

(۳) احمد حسن ڈاکٹر، کرشن چندر اور مختصر افسانہ نگاری، موڈرن پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی، ۱۹۸۹ء، ص ۶۷،۶۶

(۴) احمد حسن ڈاکٹر، کرشن چندر اور افسانہ نگاری، فیکشن ہاؤس، لاہور، ۱۹۹۲ء، ص ۱۱۲

(۵) احمد حسن ڈاکٹر، کرشن چندر اور افسانہ نگاری، فیکشن ہاؤس، لاہور، ۱۹۹۲ء، ص ۱۱۷

(۶) چندر کرشن، روٹی، کپڑا اور مکان، انتخاب ادب، انارکلی، لاہور ۱۹۷۴ء، ص ۷

(۷) نیازی شکیب، کرشن چندر کے افسانوی ادب میں حقیقت نگاری، موڈرن پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی، ۱۹۹۱ء، ص ۳۱۷

(۸) چندر کرشن، مٹی کے صنم، ص ۲۲